38

اقوام عالم کیلئے صلح کے شہزادے بنو

(فرمودہ ۲۶ر اکتوبر ۱۹۲۳ء)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا۔

صوفیاء کہتے ہیں کہ انسان عالم صغیر ہے۔ یعنی دنیا میں جو کچھ نظر آتا ہے اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کا نقشہ انسان کی ذات میں جاری کیا ہے۔ دنیا میں جس قدر کاروبار ہو رہے ہیں وہ سب کسی نہ کسی رنگ میں انسان کی ذات میں نظر آرہے ہیں۔ چاند' سورج' ستارے اور دیگر کرّے یہ عالم کبیر کہلاتے ہیں۔ یعنی حجم کے لحاظ سے انسان سے بڑے ہیں۔ مگر یہ تمام چیزیں چھوٹے پیمانے پر انسان میں پائی جاتی ہیں گویا انسان تمام کائنات کا فوٹو ہے۔ اسی کے اندر سورج ہے جو اپنے فیض سے اور اپنی شعاعوں سے منور کرتا ہے۔ اسی میں چاند ہے جو سورج سے روشنی لیکر نور تقسیم کرتا ہے۔ پھر انسان میں زمین کی قوت بھی پائی جاتی ہے۔ اس زمین پر آرام کیا جاتا ہے۔ اس سے وہ چیزیں نکلتی ہیں جو راحت اور زندگی کا موجب ہیں۔ اس سے ایسے درخت پیدا ہوتے ہیں جو پھلتے ہیں اور ان کے سائے میں آرام حاصل ہوتا ہے۔ بعض ایسی بیلیں پیدا ہوتی ہیں جو لپٹی رہتی ہیں۔ اس میں چشمے نکلتے ہیں جن سے دنیا سیراب ہوتی ہے۔ پھر انسان میں علوم کے پہاڑ بھی بلند ہوتے ہیں۔

غرض عالم کبیر کا کوئی نقشہ نہیں جو اس میں نہ ہو۔ صوفیاء کی یہ بات بہت لطیف ہے اور جو ان کی غرض کو سمجھے وہ اس سے لذت حاصل کر سکتا ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ جس طرح انسان عالم صغیر ہے اسی طرح کسی جماعت کی درستی کرنے کے لئے جو انبیاء آتے ہیں وہ آئندہ امت کے لئے عالم صغیر ہوتے ہیں جو اس نبی میں ہوتا ہے وہ آئندہ امت ظاہر میں ہوتا ہے۔ یہاں یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ جب نبی عالم صغیر ہوتا ہے تو گویا اس کا کم درجہ ہوا کیونکہ یہاں جب صغیر کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو وہ حجم کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ ورنہ حقیقت کے لحاظ سے یہ بات نہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آتا ہے **لولاک لما خلقت الافلاک** اور نبی کریمؐ کی شان کی تو کیا بات ہے۔ آپ کے غلاموں میں سے بھی مسیح موعود کو انہی الفاظ میں مخاطب

کیا گیا ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود کو یہی الہام ہوا۔ پس کبیر اور صغیر حجم کے لحاظ سے ہے۔ ورنہ وہ سب کچھ نبی میں ہوتا ہے۔ جو امت میں پایا جاتا ہے۔ پس انبیاء عالم صغیر ہیں اور وہ اپنی امت کے لئے آئینہ کی طرح ہوتے ہیں۔ نبیوں کے مدارج آئندہ ان کی امت میں پائے جاتے ہیں اور انہی میں ان کا ظہور ہوتا ہے اور جو اس نبی سے تعلق قطع کر لیتے ہیں وہ ان مراتب اور مدارج سے محروم ہو جاتے ہیں۔ پس ہر ایک امت جو قائم کی جاتی ہے یا جو کسی مامور کے ذریعہ اصلاح حاصل کرتی ہے اس کا فرض ہے کہ وہ اس بات کو سوچے کہ ہمارے نبی یا مامور کے کیا نام رکھے گئے ہیں کیونکہ وہ نام ہمارے اندر وسیع طور پر ظہور کریں گے۔ نبی میں وہ بیج کی طرح ہوتا ہے مگر ہم میں درخت کی طرح ہوگا یہاں بھی یہ نکتہ ملحوظ رکھنا چاہئے کہ بیج میں بھی جو قوت نامیہ ہوتی ہے وہ درخت میں نہیں ہوتی۔ اس لئے یہ نہیں کہہ سکتے کہ بیج درخت کے مقابلہ میں ادنیٰ ہے۔ اصل بیج ہی ہوتا ہے اور وہ پھیل کر درخت کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اسی طرح دیکھو دریا کا پاٹ جہاں زیادہ چوڑا ہوتا ہے وہاں بہاؤ کمزور ہوتا ہے۔ اور جہاں تنگ ہوتا ہے وہاں زور کا ہوتا ہے۔ وجہ یہ کہ چوڑی جگہ میں پانی پھیلا ہوا ہوتا ہے اور تنگ جگہ اکٹھا ہوتا ہے اور طاقت زیادہ جمع ہوتی ہے۔ اسی طرح نام یا صفت جس سے کوئی مامور اور نبی مخاطب کیا جاتا ہے۔ جب نبی کی ذات میں ہوتی ہے تو پوری قوت سے ہوتی ہے۔ گو پیمانے کے لحاظ سے مختصر ہو مگر قوت میں زیادہ ہوتی ہے۔ اور امت میں چونکہ وہ صفت پھیل جاتی ہیں۔ اس لئے اس میں زیادہ وسعت ہو کر مقابلۃً کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔

تم کو یہ غور کرنا چاہیئے کہ جس نام سے اس نبی کو مخاطب کیا گیا جس نے تمہاری اصلاح کی ہے۔ اس سے خدا تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ تم وہ صفات اپنے اندر پیدا کرو۔ جو اس نام میں پائی جاتی ہیں۔ میں نے جو یہ کہا ہے کہ خدا کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ نبی کی امت کے لوگ اس کی صفات کے مظہر بنیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا نبی کی مختلف صفات کا مظہر مختلف لوگوں کو بناتا ہے۔ اور ان میں وہ صفات مختلف رنگوں میں ظاہر ہوتے ہیں کسی حصہ امت کو کسی صفت کا مظہر بناتا ہے اور کسی کو کسی حصہ کا۔ یوں تو خدا یہی چاہتا ہے کہ سب ان صفات کے مظہر بن جائیں۔

پس جو وعدے کسی مامور سے ہوتے ہیں وہ کچھ کسی حصہ میں پورے ہو جاتے ہیں اور کچھ دوسرے حصہ میں۔ اور ایک جماعت ان وعدوں کی مظہر ہو جاتی ہیں گو خدا تو چاہتا ہے کہ سب مظہر بن جائیں مگر سب نہیں ہوتے۔ ہاں اسی نبی کی جماعت کا کوئی نہ کوئی حصہ ان وعدوں کا مظہر اور حامل ضرور ہوتا ہے اگر نہ ہو تو اس کے معنے یہ ہونگے کہ خدا نے عبث طور پر اس کا وہ نام رکھ دیا۔ جس کا مصداق کوئی نہیں ہونا تھا۔ مگر جو نام خدا تعالیٰ کسی نبی کے رکھتا ہے ان کے مظہر ضرور بناتا ہے۔ اور ہر ایک نبی کی جماعت کا فرض ہے کہ اس بات پر غور کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے خداتعالیٰ نے بہت سے نام رکھے ہیں۔ مگر اب جبکہ مسلمان بگڑ گئے اور خداتعالیٰ ان سے ناراض ہو گیا تو ان کی اصلاح کے لئے اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مظہراتم کو آپ کے سب نام دئے اور ان کی وہ تشریح دی جو اب خداتعالیٰ پھیلانا چاہتا ہے۔ پس ہماری جماعت کا فرض ہے کہ وہ ان ناموں پر غور کرے اور ان پیشگوئیوں کو پورا کرنے کی کوشش کرے۔ حضرت مسیح موعود کو جو نام دئے گئے ہیں ان میں سے ایک نام صلح کا شہزادہ بھی ہے اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے اس میں وہ بیج مخفی ہے جس کا مظہر جماعت نے بننا ہے اور جب حضرت مسیح موعود کو صلح کا شہزادہ قرار دیا گیا ہے تو اس کے یہ معنے ہیں کہ آپ میں وہ بیج رکھا گیا جو آپ کی جماعت میں ظاہر ہوگا۔ اور آپ کی جماعت دنیا کے کسی فساد عظیم کے وقت صلح کرائے گی۔ بیج کے طور پر یہ بات حضرت مسیح موعود میں ہی پائی جاتی تھی مگر درخت کے طور پر آپ کی جماعت میں ظاہر ہوگی۔ یہاں کسی کو یہ غلطی نہ لگے کہ ہمارا نام تو نہیں لیا گیا کہ ہمارے ذریعہ کام ہوگا اس لئے ہم کیوں اس فکر میں پڑیں یہ بات ہمیں اصل کام سے بے پروا نہیں کر سکتی کیونکہ اگر یہ نہیں بتایا گیا کہ تمہارے ذریعہ یہ کام ہوگا تو ہمیں یہ بھی تو نہیں بتایا گیا کہ تمہارے ذریعہ یہ کام نہیں ہوگا۔ کہتے ہیں کوئی میراثی تھا اور کچھ کام نہیں کیا کرتا تھا۔ ایسا ہوا کہ ملک میں کوئی بڑی لڑائی شروع ہو گئی جس میں ہر قسم کے لوگ بھرتی کئے جاتے تھے جیسا کہ گزشتہ جنگ کے وقت ہوتا تھا اس کی بیوی نے اسے کہا کہ تم بھی فوج میں بھرتی ہو جاؤ اس نے جواب دیا کہ یہ مجھے مت کہو۔ کیا تم یہ چاہتی ہو کہ میں مرجاؤں۔ اس کی بیوی نے کچھ دانے لئے اور پیسنے لگی جب پیس چکی تو اس کو دکھایا کہ دیکھو باوجود چکی کے دونوں پاٹوں میں سے گذرنے کے کچھ دانے ایسے ہیں جو نہیں پسے اور جب چکی میں سے کچھ دانے سلامت نکل سکتے ہیں تو لڑائی تو ایسی نہیں ہوتی کہ جس میں سب ہی مرجائیں۔ اس میں باقی رہنے والوں کی مرنے والوں سے زیادہ تعداد ہوتی ہے۔ پس تم بھرتی ہو جاؤ۔ میراثی نے کہا کہ تو مجھے انہیں میں سے کیوں نہیں سمجھ لیتی جو لڑائی میں مرجاتے ہیں اور وہ دانہ کیوں نہیں قرار دیتی جو پس جاتا ہے۔

تو جن لوگوں نے کام نہیں کرنا ہوتا وہ صاف اور سیدھی بات میں بھی حجت پیدا کرلیا کرتے ہیں اگر تم کام کرنا چاہو تو سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا کہ ممکن ہے اس خطاب کے مستحق ہم نہ ہوں کیونکہ اگر یہ نہیں معلوم تو یہ بھی تو نہیں معلوم کہ ممکن ہے تم ہی اس کے مستحق ہو اور ممکن ہے کہ یہ مقام تمہارے ہی مقدر میں ہو۔ پس یاد رکھو کہ تمہیں اس غرض سے بنایا گیا ہے کہ تم دنیا میں امن پیدا کرو۔ اس وقت ہم دنیا میں ہر طرف لڑائی دیکھتے ہیں اور فساد برپا پاتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس لڑائی میں صلح کا انعام اور اس فساد کے فرو کرنے کی عزت ہماری اس نسل کو ملے یا ہماری آئندہ نسل کو مگر یہ ضرور ہے کہ ملے گی مسیح موعود ہی کی جماعت کو۔ پس میں نصیحت کرتا ہوں کہ

ہماری جماعت کے لوگ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس الہام کو مدنظر رکھتے ہوئے اس حقیقت اور اس نکتہ پر غور کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت میں افراد کو جمع کیا گیا اور آپ نے ان کے سامنے صلح پر زور دیا اور اس طرح صلح کرانے کی بنیاد رکھی۔ اب اس جماعت کا جسے اس مامور کے ہاتھ پر جمع کیا گیا ہے یہ کام ہے کہ اقوام میں صلح کرائے۔ اور ممکن ہے یہ کام تمہاری اس موجودہ نسل سے ہی لیا جائے۔

پس میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ آپس میں نہ لڑو۔ میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کے خلاف زبان درازی نہ کرے۔ میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ بڑے چھوٹوں پر شفقت کریں اور چھوٹے بڑوں کا ادب کریں۔ میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ خاوند بیوی سے اور بیوی خاوند سے نہ لڑے۔ میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ بھائی بہن سے اور بہن بھائی سے نہ لڑے۔ اور میں تمہیں یہ بھی نہیں کہتا کہ اپنے بچوں سے پیار اور شفقت کا سلوک کرو۔ بلکہ میں تمہیں وہ کہتا ہوں جس کا حضرت مسیح ناصری نے ارادہ ظاہر کیا تھا کہ تم اپنے دشمنوں کے لئے مہربان اور دنیا کے لئے امن قائم کرنے والے بنو۔ مگر اس پر عمل نہ کرا سکے۔ اور ان کی جماعت اس کی مصداق نہ بنی۔ حضرت مسیح ناصری نے خیال کیا تھا کہ شاید وہی "امن کا شہزادہ" کے خطاب کے مخاطب اور اس بشارت کے مستحق ہیں۔ اس لئے انہوں نے اپنے ماننے والوں کو یہ کہا مگر ان کی قوم تو جنگ کی بانی ہوئی۔ درحقیقت یہ ان کے لئے بشارت نہ تھی بلکہ ان کے عظیم الشان مثیل کے لئے تھی جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی مظہر تھا۔ پس خدا نے مسیح موعود کی جماعت کے لئے چاہا کہ وہ دشمنوں میں صلح کا موجب ہو خواہ دشمنوں کی کتنی ہی زیادہ اور اس جماعت کی کتنی ہی قلیل تعداد ہو۔ یہ زمانہ اپنے فسادات کی کثرت کے لحاظ سے پہلے زمانوں سے بڑھا ہوا ہے۔ قوم پر قوم نے چڑھائی کی ہوئی ہے ملک پر ملک چڑھائی کر رہا ہے۔ ہر ایک مذہب والا چاہتا ہے کہ دوسرے مذہب والے کو فنا کر دے۔ اگر ہر ایک مذہب والے کی یہ خواہش ہوتی کہ چونکہ اس کے پاس صداقت ہے اور دوسروں کے پاس نہیں اس لئے صرف وہ قائم رہے دوسرے مٹ جائیں تو یہ خواہش بری نہ تھی بلکہ قدر کے لائق تھی مگر جن مذاہب میں ذاتی زندگی کے آثار نہیں۔ جن میں کوئی خوبی نہیں۔ جن میں صداقت نہیں وہ چونکہ چاہتے ہیں کہ سلامت رہیں اور دوسرے مٹ جائیں تو اس حال میں ان کی یہ خواہش قدر کے لائق نہیں بلکہ نفرت کے لائق ہے۔ کیونکہ قومیں ضد سے چاہتی ہیں کہ اپنے سے غیر کو فنا کر دیں۔ نہ اس لئے کہ ان کے پاس صداقت ہے اس لئے وہ غیر کو فنا کر کے اس صداقت پر قائم کرنا چاہتی ہیں۔

اگر ہندو سمجھتے کہ ان کے مذہب میں چونکہ صداقت اور خوبی ہے اس لئے اس سے دنیا حصہ لے اور اپنے مذاہب کو جو صداقت سے خالی ہیں چھوڑ دے تو میں ان کے اس خیال کی قدر کرتا خواہ

اس خیال کو صحیح نہ تسلیم کرتا۔ لیکن میں جانتا ہوں ان کا یہ خیال ہرگز نہیں ہے اگر ان کا خیال یہ ہوتا تو سارے ہندوستان کی پڑھی لکھی قوموں کو چھوڑ کر جاہل اور ان پڑھ لوگوں کے پیچھے کیوں دوڑے پھرتے۔ پھر ہندو قوم کی عملی حالت سخت ابتر ہے۔ وہ ہندو لیکچرار جو سٹیج پر کھڑے ہو کر ویدک دھرم کی تعریف اور ستائش میں زور دار لیکچر دیتے ہیں اور ایم۔اے اور بی۔اے ہیں تجارت اور ملازمت اور دیگر کاروبار میں تو سرگرم اور محو ہیں مگر وید سے سراسر غافل ہیں۔ ان کو نہیں معلوم ویدوں میں کیا ہے اور عملی زندگی کے متعلق وید کیا تعلیم دیتے ہیں۔ دنیا میں فائدہ پہنچانے والے علوم میں وہ اپنی عمریں صرف کرتے ہیں۔ ان کے لئے بڑی بڑی محنتیں کرتے ہیں مگر وید کی شکل تک سے واقف نہیں ہوتے۔ وید کا اگر ذکر ہوتا ہے تو سٹیج پر۔ اور باقی تمام زندگی کے شعبوں میں ویدوں کی تعلیمات کا خیال تک نہیں کیا جاتا۔ اگر وہ فی الواقع ویدوں کو روحانیت کا سرچشمہ سمجھتے' ساری خوبیوں اور صداقتوں کا حال یقین کرتے تو کیوں اس کے پڑھنے پڑھانے کی کوشش نہ کرتے مگر وہ ایسا نہیں کرتے۔ اس حال میں ان کو کوئی نیک نیت کس طرح خیال کر سکتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ان کی جنگ ویدوں کے لئے نہیں۔ وید کیا ہیں قومی لڑائی شروع کرنے کا آلہ ہیں جن کا نام لیکر ہندو قوم کے ناواقفوں اور بے خبروں میں ایک جوش اور ہیجان پیدا کیا جاتا ہے۔ وید قومی لڑائی برپا کرنے کی رسی ہیں جن سے ایک قوم باندھی جاتی ہے اور لڑائی شروع کی جاتی ہے۔ اس سے وید مقصود نہیں بلکہ ہندو قوم کو ایک سیاسی نقطہ پر جمع کرنا مقصود ہے۔ اسی طرح اگر عیسائی انجیل کو سمجھتے کہ وہ حق و حکمت کا سرچشمہ ہے اور دنیا کے لئے باعث نجات و فلاح ہے اور اس لئے دنیا کو انجیل کی طرف بلاتے تو میں ان کے اس جذبہ کو قدر کی نظر سے دیکھتا اور ان کو تحسین کرتا۔ گو میں جانتا کہ یہ ان کی کوشش غلط ضرور ہے مگر میں دیکھتا ہوں کہ عیسائیوں میں دہریہ بھی شامل ہیں جو انجیل پر ہنسی اڑاتے اور تمسخر کرتے ہیں اور جو انجیل کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ نہ انجیل کی تعلیم پر عمل کرتے نہ عمل کرنا چاہتے اور نہ عمل کر سکتے ہیں۔ اگر ان میں جوش ہے تو اس لئے کہ یہ جھنڈا عیسائیت کا ہے۔ وہ انجیل کو عمل میں ناقابل عمل سمجھتے ہیں لیکن ان کی خواہش یہ ہے کہ وہ ایک جھنڈے کے نیچے رہیں اور لوگ چونکہ کسی اور طرح جمع نہیں ہو سکتے اس لئے وہ انجیل کا نام لیتے ہیں۔

اسی طرح دوسری قوموں کے مبلغ اگر اس اصول کے ماتحت کام کریں کہ خدا کی محبت دنیا میں پھیل جائے تو قابل قدر بات ہے۔ مگر غور کر کے دیکھو تو یہ جذبہ ان میں مفقود ہے۔ سکھ مبلغ بھی دنیا میں تبلیغ کے لئے نکلے ہیں لیکن جب ہم گرو نانکؒ کے اعمال پر غور کرتے ہیں اور پھر سکھوں کے طریق عمل کو دیکھتے ہیں تو دونوں میں فرق عظیم نظر آتا ہے۔ گرو نانک صاحب کے اعمال پر غور کیا

جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حج بھی کیا۔ روزے بھی رکھے۔ نماز بھی پڑھتے تھے۔ اور خدا تک پہنچنے کا صحیح راستہ اسلامی طریق عبادت ہی کو سمجھتے تھے۔ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے تھے۔ اور اس پر عمل کرنے کو کامیابی کا ذریعہ یقین کرتے تھے مگر کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ جو لوگ سکھ مذہب کی طرف دنیا کو دعوت دیتے ہیں وہ خود اپنے بانی کے اعمال سے اتنے دور اور بیگانہ ہیں۔

پس اس وقت صرف ایک ہی جماعت ہے جو محض دین اور صرف دین کے لئے سرگرم عمل ہے۔ باقی جس قدر جماعتیں ہیں وہ سب کی سب سیاست کے لئے ساعی اور کوشاں ہیں۔ اور وہ جماعت مسیح موعود کی جماعت ہے۔ اس نکتہ کو ملحوظ رکھ کر غور کیا جائے تو سوائے ہماری جماعت کے مذہبی جماعت اور مذہب کے لئے کام کرنے والی جماعت اور کوئی نظر نہیں آتی۔ اگر مقابلہ میں لاکر باقی مسلمانوں کو بھی دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ عمل کے لحاظ سے وہ بھی پیچھے ہیں۔ ان کا شور اور جوش و خروش مذہب کے لئے نہ تھا۔ خلافت کے لے لیکچر ہوتے تھے مگر عمل نہیں ہوتا تھا۔ بیسیوں خلافت کے عہدہ دار تھے جو مذہب مذہب پکارتے تھے مگر قرآن کریم پڑھنے تک کی ان کو فرصت نہیں ہوتی تھی۔ ہندوستان کے سوشل لیڈر سر سید احمد خان صاحب کے متعلق آتا ہے کہ ان سے پوچھا گیا آپ نماز کیوں نہیں پڑھتے تو جواب ملا کہ قومی کاموں سے مجھے فرصت نہیں ہے۔ پس مذہبی دنیا میں اگر مذہب کا مرکز اور مذہب کے لئے جان توڑ کوشش کرنے والی اور مذہب کے لئے تکالیف برداشت کرنے والی کوئی جماعت ہے تو وہ صرف ہماری ہی جماعت ہے اگر مذہبی دنیا میں کوئی تغیر ہو سکتا ہے اور صلح عظیم کسی جماعت کے ذریعہ ظہور میں آسکتی ہے تو وہ ہماری ہی جماعت ہے کیونکہ باقی جس قدر جماعتیں ہیں وہ صلح کے سرچشمہ سے جو خدا تعالیٰ ہے دور ہیں۔ وہ فرزند کیسے جمع ہو سکتے ہیں جو باپ سے تعلق نہ رکھتے ہوں۔ ماں باپ کا ہی تعلق ہے جو بیٹوں کو جمع کر سکتا ہے۔ دیکھو جب حضرت موسیٰؑ ہارونؑ سے خفا ہوئے اور ان کی داڑھی پر ہاتھ ڈالا تو ہارونؑ نے کیا کہا۔ یہی کہ اے میری ماں کے بیٹے میری داڑھی نہ پکڑ۔ اگر جڑ کو نہ پکڑا جائے تو شاخ کیسے ہاتھ آئے۔ پس جنہوں نے روحانی باپ خدا کو چھوڑ دیا۔ وہ کیسے صلح دنیا میں پھیلا سکتے ہیں۔ دنیا میں محبت خدا ہی کے رشتہ سے ہو سکتی ہے۔ جب خدا کو درمیان سے ہٹا لیا جائے تو محبت پیدا کرنے کا کوئی ذریعہ باقی نہیں رہ جاتا۔ اسی تعلق کو پیدا کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے مسیح موعود کو مبعوث کیا اور اس کو صلح کے شہزادے کا خطاب دیا۔ مسیح موعود میں یہ بات بیج کے طور پر تھی جو اب تم میں پھیلے گی اور تمہارے ہی ذریعہ صلح پھیل سکتی تھی۔ تمہیں اس کے مطابق اپنی زندگی بنانا چاہیئے۔ اگر تم ابھی سے اس کے لئے تیاری نہ کرو گے۔ تو جب کام کرنے کی ضرورت پیش آئے گی تم ناقابل ثابت ہوگے۔ اور کچھ

نہ کر سکو گے۔ اور اگر آج سے مشق کرو گے تو وقت پر کام کر سکو گے۔ پس جب تم اس نکتہ کے ماتحت غور کرو گے تمہاری امنگیں بدل جائیں گی۔ خیالات بدل جائیں گے۔ علوم بدل جائیں گے۔ چاہیئے کہ تم کوشش کرو کہ تم اس نام کے مظہر بنو۔ جس کا مسیح موعود سے وعدہ کیا گیا ہے۔ پس میری یہ نصیحت ہے کہ تم ایک مقصد کے لئے پیدا کئے گئے ہو جو یہ ہے کہ تم دنیا کے فساد کو دور کرو اور دنیا میں صلح کراؤ تاکہ دنیا کو پتہ لگ جائے کہ مسیح موعود محض بھائی کو بھائی بنانے نہیں بلکہ دشمن کو بھائی بنانے آیا تھا۔

(الفضل ۶ ر نومبر ۱۹۲۳ء)